

حدود آर्डیننس ۱۹۷۹ء

ایک جائزہ

خالد نذیر ایل ایل ایم شریعہ

حالیہ دنوں میں عورتوں کے خلاف جرائم بالخصوص زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ حالات کی یہ سنگینی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم ایک نظر ان قوانین پر ڈالیں جن کا مقصد عورتوں کے خلاف جرائم کا تذکرہ اور ان جرائم کے مرتکب افراد کو سزا دینا ہے۔

معاشرے میں کسی بھی قانون کے نفاذ کا بنیادی مقصد کچھ نتائج کا حصول ہے۔ اور اگر کوئی قانون مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام ثابت ہو تو قانون سازی کے ذمہ دار ادارے پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قانون پر نظر ثانی کر کے اس میں موجود قسم کو دُور کرے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم حد زنا آर्डیننس ۱۹۷۹ء کا تجزیہ کریں تو ہم پر منکشف ہو گا کہ اس قانون میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر دونوں جرائم کو ایک ہی ترازو میں تولایا گیا ہے۔ جو معیار شہادت شریعت میں زنا کے جرم کے لئے مقرر ہے اس قانون میں وہی معیار شہادت زنا بالجبر کے لئے رکھا گیا ہے اور کیفیت فعل کا پیمانہ بھی دونوں کے لئے ایک ہی ہے، جبکہ درحقیقت زنا بالرضا اور زنا بالجبر دو مختلف جرائم ہیں۔ دونوں کے اس اختلاف کو نہ سمجھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے بعد عورتوں کے خلاف جرائم میں کمی کی بجائے زیادتی واقع ہوئی ہے۔

زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں دو بنیادی فرق ہیں:

۱۔ پہلا یہ کہ زنا بالرضا خالصتاً حق اللہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے جبکہ زنا بالجبر میں حق

اللہ کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ زنا بالرضا جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے ایک رضامندی کا فعل ہے جبکہ زنا بالجبر کی صورت میں ایک مجرم عورت کی ذات عزت اور شرف پر براہ راست حملہ کرتا ہے۔

یہ تو تھا بنیادی فرق۔ اب خالص قانونی طور پر غور کریں تو شریعت اسلامی میں زنا بالرضا سے متعلق خصوصی معیار شہادت اور کیفیت فعل کا سخت معیار دونوں جرائم میں واضح تفریق پیدا کرتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان نکات کا احاطہ کیا گیا ہے جو ان دونوں جرائم کی امتیازی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ اس نے اپنے حق کی خلاف ورزی پر زیادہ سے زیادہ معافی اور پردہ پوشی روارکھی ہے۔

(۲) زنا بالرضا میں چار گواہ ہی نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک الزام لگانے والا بھی ہے لہذا یہ نہایت نازک ذمہ داری ہے۔ اگر یہ الزام ثابت نہ ہو تو اس پر قذف کی سزا لاگو ہوگی۔ عام گواہی کے معیار سے زیادہ تعداد مقرر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ایک دوسرے کے خلاف الزام نہ لگاتے پھریں۔

(۳) زنا بالرضا میں شریعت کا مقصود پردہ پوشی اور اخفاء کا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگے رہیں۔ گواہوں کی تعداد میں اضافہ کا بھی یہی مقصد ہے تاکہ لوگوں کی نجی زندگی کی حفاظت کی جائے۔

(۴) حد زنا کی صورت میں فقہاء واقعاتی شہادت کا کوئی کردار تسلیم نہیں کرتے اور یہ چیز شریعت اسلامیہ کے اس جرم کے بارے میں عمومی رویہ کے عین مطابق ہے یعنی جرم کے ثبوت میں سخت معیار اپنائے گئے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے پر خواہ مخواہ الزام تراشی سے باز رہیں۔

اب تک کی بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زنا بالرضا کی صورت میں شریعت اسلامیہ کا عمومی رویہ اخفاء پردہ پوشی اور جرم کی عدم تشہیر کا ہے۔ اس کا ثبوت اس

جرم کے لئے مقرر کئے گئے خصوصی معیارات ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا زنا بالجبر کا مجرم جس نے ایک عورت کی عزت کو پوری زندگی کے لئے خاک میں ملا دیا ہو وہ بھی ان سب رعایتوں اور سہولتوں کا مستحق ہے؟ یقیناً نہیں۔ دراصل ارتکابِ فعل میں تشدد کا عنصر شامل ہونے کے بعد جرم کی نوعیت کلیتاً بدل جاتی ہے۔ ارتکابِ فعل کے لئے جبر و طاقت اور ذرائعِ تخویف کے استعمال کے بعد یہ جرم حق اللہ کے علاوہ حق العباد کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے، لہذا وہ تمام قانونی رعایتیں اور سہولتیں جو کہ خالق کائنات نے خالص اپنے حق کی خلاف ورزی پر ایک مجرم کو اپنے رحمان و رحیم ہونے کے ثبوت میں عطا کیں جرم کے حق العباد کی حدود میں داخل ہونے کے بعد وہ مجرم ان تمام رعایتوں سے محروم ہو جائے گا۔

© rasailojaraid.com

زنا بالجبر

زنا بالجبر دراصل دو جرائم کا مجموعہ ہے: (۱) زنا اور (۲) ارتکابِ زنا کے لئے جبر و طاقت کا استعمال۔ اگر ہم قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو ہم پر عیاں ہو گا کہ کسی بھی جرم میں جب تشدد و جبر کا عنصر شامل ہو جائے تو قرآن مجید اسے ایک جرم ہی نہیں گردانتا بلکہ اس کا شمار فساد فی الارض یعنی دہشت گردی کے زمرے میں کرتا ہے۔ جیسا کہ سرقہ (چوری) کے جرم میں جبر شامل ہو جائے تو وہ عام سرقہ کا جرم نہیں رہتا بلکہ سرقہ بالجبر بن جاتا ہے جو کہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرابہ شمار ہوتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ جرم کی نوعیت بدل جاتی ہے بلکہ جرم کے اثبات کے معیارات بدل جاتے ہیں۔ اس کے معیار اثبات میں نرمی اور سزا میں سختی آتی چلی جاتی ہے۔ سرقہ ہی کی مثال میں جب ایک عام سرقہ کا جرم سرقہ بالجبر میں بدلتا ہے تو اس کی سزا سخت اور زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی ایک ہاتھ کے ساتھ ایک پاؤں بھی کاٹنا اور یہ سزا سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے معیار اثبات میں بھی نرمی آ جاتی ہے۔ عام سرقہ کے لئے مال کا نصاب مقرر ہے، یعنی چوری کئے گئے مال کی حد مقرر ہے۔ اگر مال کی مقدار اس سے کم ہوگئی تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی، جبکہ سرقہ بالجبر کی صورت میں امام مالک اور امام

© rasailojaraid.com

شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک نصاب کی قید ختم ہو جائے گی۔ (التشریع الجنائی الاسلامی۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ، ج ۲، ص ۶۳۹) دوسرے الفاظ میں اب مالِ ماخوذ کی مقداری حیثیت ثانوی ہو گئی، اب جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ اخذ مال کے لئے جبر و طاقت کا استعمال کیا گیا۔ اسی قاعدہ اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے زنا بالجبر کو عام حد زنا کی بجائے حد حرابہ میں شمار کیا ہے اور اس کی سزا کا استنباط بھی اسی آیت کریمہ سے کیا ہے جس سے سرقہ بالجبر کا استنباط کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدة: ۳۳)

”ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں، بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کئے جائیں، یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں کہیں سرقہ بالجبر کا ذکر نہیں۔ اس کے باوجود فقہاء بالاتفاق سرقہ بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرتے ہوئے اس کی سزا کا استنباط اسی آیت کریمہ سے کرتے ہیں، کیونکہ اس میں اخذ المال علی سبیل المغالۃ ہے، یعنی مال کے حصول کے لئے طاقت و تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ زنا بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرنے کے لئے اس اصول کے علاوہ قرآن مجید ہی کی ایک دوسری آیت کریمہ میں شہادت موجود ہے، جس میں نسل کے خلاف جرائم کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾ (البقرة: ۲۰۵)

”اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتا ہے تو اس کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں فساد برپا کرنے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔“

فی الحقیقت زنا بالجبر نسل کو ہلاک کرنے کی بدترین صورت ہے کیونکہ نسل کی بربادی ہی اصل میں نسل کی ہلاکت ہے۔ جیسا کہ بیسویں صدی کے اس مہذب دور میں ہم نے دیکھا کہ بوسنیا میں سربیا کی افواج نے مسلمانوں کی نسل برباد کرنے کے لئے زنا بالجبر کو اجتماعی طور پر اختیار کیا۔ سورۃ المائدہ کی آیت حراہ اور سورۃ البقرۃ میں فساد فی الارض کی تشریح اور وضاحت اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ زنا بالجبر عام حد زنا کا معاملہ نہیں بلکہ حد حراہ کا معاملہ ہے اور کتب فقہ کے درج ذیل اقتباسات سے یہ بات واضح ہے کہ (۱) بالجبر عام زنا کا معاملہ نہیں بلکہ فقہاء نے زنا بالجبر اور انتہاک فرج کو حد حراہ میں شمار کیا ہے۔

عبدالرحمن الجزیری اپنی مشہور کتاب ”کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ“ میں فرماتے ہیں:

”مالکیہ کے نزدیک محارب راستہ روکنے والا ہے خواہ اس کا مقصد مال حاصل کرنا نہ ہو۔ یا یہ کہ وہ اخذ مال محرم کا ارادہ کرے کسی مسلمان ذمی یا معاہد سے اگرچہ وہ نصاب کو نہ پہنچے یا یہ کہ اس کا مقصد عزت کو برباد کرنا ہو اس حال میں کہ کوئی فریاد سننے والا نہ ہو۔“

مزید لکھتے ہیں:

”مالکیہ کہتے ہیں سرقہ بالجبر میں مقدار نصاب شرط نہیں بلکہ اُن پر حد جاری کی جائے گی خواہ انہوں نے نصاب سے کم مال حاصل کیا ہو۔ یہ اس لئے کہ محارب اخذ مال کے ساتھ مل گیا ہے۔ یہ ان پر تغلیظ ہے قطع طریق کی جہت سے نصاب سے نہیں۔“ (کتاب الحدود ص ۴۱۲)

امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں:

”حد زنا کو محاربین کے ساتھ ملایا کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں قتل ممکن

ہے۔“ (کتاب الحدود ص ۴۱۴)

مزید فرماتے ہیں:

”مالک شافعی اور کوفین کے نزدیک محارب میں ہر قسم کے فساد پھیلانے والے اور قطع طریق کرنے والے شامل ہیں۔“ (کتاب الحدود ص ۱۱۰)

علامہ ابن حزم محارب کی درج ذیل تشریح فرماتے ہیں:

من شہر السلاح فهو محارب

”جس نے ہتھیار چلایا وہ محارب ہے۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اذ تسور عليهم في بيوتهم بالسلاح قطعت يده ورجله

”جب کوئی کسی کے گھر میں حملہ کرے ہتھیار کے ذریعے تو اس کا ایک ہاتھ اور

پاؤں کاٹا جائے گا۔“

© rasailojaraid.c

عن الحسن قال : اذا طرقت اللص بالليل فهو محارب

یعنی چور اگر رات کو دروازہ کھٹکھٹا کر زبردستی اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ محارب ہے۔

عن قتادة : اذا دخل عليك ومعه حديدة فهو محارب بهذا ياخذ

الشافعي (المحلی بالاثار ۲/۲۷۴، ۲۷۵)

”اگر کوئی تمہارے پاس غلط نیت سے ہتھیار بند ہو کر آئے تو وہ محارب ہے۔

امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

مخيف السبيل المفسد فيها هو المحارب المذكور في الآية بلا شك

”راستے میں خوف و ہراس پھیلانے والا اور فساد برپا کرنے والا بلا شک و شبہ

محارب ہے جس کا ذکر آ یہ کریمہ میں ہے۔“

ابن زبیر سے روایت ہے:

((مَنْ رَفَعَ السِّلَاحَ ثُمَّ وَضَعَهُ قَدَمُهُ هَذَرًا))

”جس نے ہتھیار اٹھایا اور پھر اس کو استعمال کیا (ناجائز) تو اس کا خون حلال ہے۔“

یعنی اس حالت میں اس کو کوئی مار ڈالے تو اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ

© rasailojaraid.c

نے فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) (متفق علیہ)

”جس نے ہم پر ہتھیار کے ساتھ چڑھائی کی وہ ہم میں سے نہیں۔“

یعنی جو شخص ناجائز طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں رہتا۔ علامہ ابن حزم مذکورہ بالا احادیث کے حوالوں کے بعد نہایت خوبصورت اور واضح الفاظ میں محارب کی تعریف بیان فرماتے ہیں:

كل من حارب الممار، واحاف السبيل بقتل نفس او اخذ مال او

لجراصة او لانتهاك فرج فهو محارب عليه وعليهم كثروا واقلوا

حكم المحاربين المنصوص في الآية لان الله تعالى لم يخص شيئا من

هذه الوجوه اذ عهد الينا بحكم المحاربين

”ہر کوئی جو گزرنے والے سے (بلا اشتعال) لڑے راتے میں خوف و دہشت

پھیلانے قتل و غارت سے، اخذ مال سے، زخم لگانے سے یا زنا کاری کے ذریعے

خواتین کی عزت پامال کر کے تو وہ محارب ہے۔ وہ کم ہوں یا زیادہ سب پر

آیت کریمہ میں محاربین سے متعلق منصوص حکم لاگو ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

حراہ کو کسی ایک خاص جرم کی نوعیت کے ساتھ خاص نہیں کیا، بلکہ محاربین سے

متعلق حکم الہی میں جرائم کی جملہ انواع شامل ہیں۔“

محولہ بالا سورۃ المائدۃ اور البقرۃ میں وارد احکامات الہیہ اور فقہاء کرام کی اس

بارے میں تصریحات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زنا بالجبر کا معاملہ

عام حد زنا کا معاملہ نہیں بلکہ اس کا شمار حد حراہ میں ہوگا۔

وفاقی شرعی عدالت پہلے ہی اپنے ایک فیصلے میں اس اصول کو تسلیم کر چکی ہے۔

(PLD 1989 FSC134) ضرورت اس امر کی ہے کہ مذکورہ بالا گزارشات کی

روشنی میں متعلقہ قانون میں مناسب ترمیم کی جائے تاکہ عورتوں کے خلاف جاری

پر تشدد جرائم کا تدارک ہو سکے۔ اب بلاتاخیر اس بارے میں مناسب اقدام کرنا

چاہئے۔ اس معاملے میں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے اب زیادہ دیر مناسب نہیں